Negotiations 3:1 (Jan-June 2023) pp. 49-64 ISSN: 2789-293X

حسنین ساحر کے مجموعۂ غزل "فصیلِ جاں" کی موضوعاتی جہات: تجزیاتی مطالعہ

An Aanalytical Study of the Thematic Aspects of Hasnain Sahir's Ghazal Collection "Faseel-e Jaan"

Naimat Ullah Arshad Ghumman
mna.ghummans@gmail.com
Lecturer, Department of Urdu, Muslim Youth University, Islamabad, Pakistan
Muhammad Shoaib Alvi
mna.ghummans@gmail.com
Ph.D Scholar, Department of Urdu, Muslim Youth University, Islamabad, Pakistan

KEYWORDS

Faseel-e-Jaan
Ghazal
Tradition
Social Consciousness
Injustice
Class Discrimination
Resistance
Nostalgia

DATES

Received	**28-04-2023**
Accepted	**20-05-2023**
Published	**30-06-2023**

QR CODE

ABSTRACT

Hasnain Sahir is a prolific modern poet. His poetry is continuously published in the prestigious magazines and newspapers of Pakistan, and also in India. He writes Ghazal, Poem and Doha, but his main lyrical reference is Ghazal. Hasnain Sahir is also considered among the few poets who write a type of ghazal, "Jadid Rekhta". Hasnain Sahir's ghazal is a beautiful blend of tradition and modernism. His poetry has diverse themes. Social Consciousness, Contemporary Chaos and Resistance are special features of his poetry. In this paper, an analytical study of the intellectual and thematic aspects of Hasnain Sahir's ghazal collection "Faseel-e Jaan" is presented.

DOI:
http://journals.mehkaa.com/index.php/negotiations/article/view/82

تلخیص:

حسنین ساحر ایک جدید شاعر ہیں۔ ان کی شاعری پاکستان اور ہندوستان کے نامور رسائل اور اخبارات میں مسلسل شائع ہوتی رہتی ہے۔ وہ غزل، نظم اور دوہا لکھتے ہیں، لیکن ان کا بنیادی شعری حوالہ غزل

ہے۔ حسنین ساحر کا شمار ان چند شاعروں میں ہوتا ہے جو غزل کی ایک قسم ”جدید ریختہ“ لکھتے ہیں۔ حسنین ساحر کی غزل روایت اور جدیدیت کا حسین امتزاج ہے۔ ان کی شاعری میں مختلف موضوعات ہیں۔ سماجی شعور، عصری افراتفری اور مزاحمت ان کی شاعری کی خاص خصوصیات ہیں۔ اس مقالے میں حسنین ساحر کی غزلوں کے مجموعے "فصل جان" کے فکری اور موضوعاتی پہلوؤں کا ایک تجزیاتی مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔

حسنین ساحر غزل کے ساتھ ساتھ نظم اور دوہا نگاری کے حوالے سے بھی خاص پہچان رکھتے ہیں لیکن غزل ان کا بنیادی تخلیقی حوالہ ہے۔ ان کا مجموعہ غزل ”فصیل جاں“ متنوّع فکری جہات کا عکاس ہے اس ضمن میں پروفیسر ڈاکٹر مقصود جعفری لکھتے ہیں:

"حسنین ساحر واقعی ساحر ہے۔اس کی شاعری روایت و جدت، جذبہ و تعقل، شباب و انقلاب، دانش و بینش اور محبت و مروّت کا حسین گلدستہ ہے۔ایک توانا آواز ہے۔متاعِ سوز و ساز ہے۔ فصیلِ جاں آوازِ جواں ہے۔رازِ عرفاں ہے۔زبانِ شیریں فارسی کے بھی چند اشعار شامل کتاب ہیں جو کیف و کیفیت اور سرور و شعور کے آئینہ دار ہیں۔یہ فارسیت کا اثر ہے کہ ان کی غزلیات میں غنائیت ہے ۔"(1)

”فصیلِ جاں“ کا آغاز حمد سے ہوتا ہے۔ قدیم شعراکے ہاں ہر دیوان، مثنوی اور مجموعۂ کلام کا آغاز حمد سے ہوتا تھا۔یہ روایت اس قدر پختہ اور گہری تھی کہ ہندو شعرا نے بھی اس سے انحراف نہیں کیا۔شعرا نے بطورِ خاص الگ سے حمدیں کہی ہیں۔ترقی پسند تحریک نے ادب میں مذہبی و روحانی روایات کے خاتمے کی کوشش کی۔اس سے دورِ جدید کے بعض شعرا حمد کہنے کی سعادت سے محروم رہے۔ لیکن حسنین ساحر نے اس روایت کو بخوبی برتا ہے۔ حسنین ساحر کے ہاں اس جہانِ رنگ و بو کی تخلیق اس چیز کی متقاضی ہے کہ اپنے فہم ، شعور اور بصیرت سے اس کی مقصدیت اور روح تک رسائی حاصل کی جائے۔خالقِ کائنات نے اپنی جلوہ نمائیاں چہار سو بکھیر رکھی ہیں ، اب دیکھنے والے کی بصیرت پر منحصر ہے کہ وہ کیا نتائج اخذ کرتا ہے۔اپنی حمدیہ غزل میں حسنین ساحر نے اپنی قنائیت و بے بسی اور خدائے بزرگ و برتر کی جاودانی اور علام الغیوبی کی حقیقت کو بہت خوب صورت الفاظ میں مترشح کرتے ہوئے عشق کو حصولِ منزل کے لیے رہبر و رہنما بنایا ہے :

تمہاری جلوہ نمائیاں ہیں جہان بھر میں
مری بصارت کا امتحان ہے، عجب سماں ہے(2)

اللہ تعالیٰ نے عسرت یسرت، آسودگی فرسودگی ، عروج و زوال ، غریبی تونگری ، عزت و ذلت ہماری آزمائش کے لیے بنائے ہیں تو پھر انسان راضی برضائے الٰہی ہو کر مطمئن ہو جاتا ہے۔ حسنین ساحر نے پوری غزل میں تقدیر کی بابت بہت خوب صورت توضیح و تشریح کی ہے۔"یوتیہ من یشا" کی حقیقت کو مصلحت خداوندی قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں :

تو جس کو جو نوازے ، سب تمہارے ہاتھ ہے مولا!
عجب ہے مصلحت تیری ، کبھی عزت ، کبھی ذلت
میں انساں ہوں مرے بس میں فقط چاہت، فقط کوشش
عجب اُس کی عطا ساحر، کبھی حکمت، کبھی نعمت(3)

تصوف اور وجودی رنگ بھی حسنین ساحر کے ہاں نمایاں ہے۔وہ خدا کو اپنی ذات کے اندر محسوس کرتے ہیں اور اللہ کی تلاش میں ادھر ادھر جھانکنے کو بے سود قرار دیتے ہیں :

کہاں تلاشتا پھرتا ہوں اس کو میں ساحر
بسا ہوا وہ کہیں میری اپنی ذات میں ہے (4)

وحدت الوجود کے مطابق کائنات کی ہر شے میں ذات حق کا ظہور ہے۔جس طرف دیکھیں ہر شے میں خدا کے جلوے دکھائی دیتے ہیں۔ایسا ہی اظہار حسنین ساحر کے اشعار میں ملاحظہ ہو :

مجھے یقیں ہے تو حُسن کا شاہکار ہو گا
اسیر تیرا سبھی جہاں ہے، عجب سماں ہے (5)
ہر طرف حسنِ ازل کے ہیں مظاہر ساحر
اور ہر شے میں عیاں جلوۂ یزدانی ہے (6)

موجود اور میسر مادی و روحانی تمام وسائل اور توانائیوں کو کسی خاص منزل یا مقصد کے حصول کے نتائج سے بے پروا اور حدودِ عقل سے ماورا ہو کر کسی نقطۂ واحد پر مرتکز کر دینا عشق کہلاتا ہے۔ یہ عربی زبان کا لفظ ہے اور بالعموم انتہائی جذباتی تعلقِ خاطر ، شدید شوق یا وفورِ محبت کے لیے استعمال ہوتا ہے۔قرآن مجید میں محبت کی تعلیم دی گئی ہے کیوں کہ یہ ایک متوازی و متناسب حصارِ شعور کے اندر پروان پانے والا جذبہ ہے۔کتابِ ہدیٰ میں لفظ عشق استعمال نہیں ہواکیوں کہ قرآن توازن اور اعتدال کی تلقین اور پرچار کرتا ہے جبکہ عشق "خیرِ خرد "کی پیروی سے بیزار اور راہِ عقل سے فرار کرتے ہوئے جنوں کو لائقِ اعتبار سمجھتا ہے۔سید قاسم محمود کے مطابق:

"عشق میں بلند و پست مراتب ہوتے ہیں۔اس کے محرکات مختلف ہو سکتے ہیں لیکن اس میں عینیت یا معنی ایک ہی کارفرما ہوتاہے۔جو بلا شبہ سب انسانوں کے دل و دماغ پر شدت سے

چھایا رہتاہے۔اس جمال (حسن)کی انتہائے آرزو ہے جس کو عالمِ موجودات میں اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر تخلیق کرتے وقت ظاہر کیا۔سب موجودات میں ہستی کے اس مرتبے پر کے حصول خواہش کارفرما ہے جو ان کے اپنے درجے سے اوپر ہے۔یہ محرکِ خواہش جو تمام کائنات میں جاری ہے عشقِ کائناتی ہے۔"(7)

حسنین ساحر کے ہاں عشق کے کئی رنگ دیکھنے کو ملتے ہیں۔کہیں عشق رنگِ مجاز میں ہے تو کہیں عشق اور تصوف ایک دوسرے میں ضم نظر آتے ہیں بلکہ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے انھوں نے تصوف ہی کو عشق کا نام دے رکھا ہے۔حسنین ساحر کے نزدیک عشق ایک رہنما ہے۔وہ "قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے" کے فلسفے پر یقین رکھتے ہیں۔ان کے جذبے جواں ہیں اور اسی جذبے سے سرشار وہ عشق کو اپنا پیر و مرشد تسلیم کرتے ہیں :

کبھی تو منزل کو پا ہی لوں گا ، ہے عشق رہبر
ابھی تو جذبہ مرا جوان ہے ، عجب سماں ہے (8)

ساری دنیا میں ڈھونڈ آیا ہوں
عشق سا رہنما نہیں دیکھا (9)

حسنین ساحر کے نزدیک عشق کوئی دنیا کی شے نہیں یہ تو عطائے ربانی ہے۔عشق عرشی ہے ، عشق آسمانی ہے ، یہ ولیوں ، پیغمبروں کا شیوا ہے:

عشق دنیا کی کوئی چیز نہیں عشق عرشی ہے، آسمانی ہے (10)

حسنین ساحر کی شاعری میں عشق کو جس بھی نظریے سے دیکھیں، ان کے ہاں سفر عشق آسان نہیں ہے۔قدم قدم پر مصیبتیں ، تکلیفیں برداشت کرنا پڑتی ہیں۔ہر لمحہ خود کو اذیت اور دَرد سے دوچار کرنا پڑتا ہے، در بدر ہونا پڑتاہے، ذلت و رسوائی سہناپڑتی ہے۔عشق وصلت و ہجرت کی علامت ہے :

عشق سفر آسان نہ سمجھو قدم قدم انگارے
عشق سفر پر وہی جائے جس کی عاشق ذات (11)

مرے نصیب عشق کی ہیں عادتیں عجیب سی
کبھی جدائی ڈال دی کبھی وصال ہو گیا (12)

حسنین ساحر عشق کی کرم فرمائیوں کو تسلیم کرتے ہیں۔جس طرح ایک کامل مرشد کی کرامات انسان کے ظاہر و باطن پر اثرانداز ہوتی ہیں، اسی طرح وہ عشق کی کرامات و عنایات کا اظہار کرتے ہیں جس سے متصوفانہ رنگ ابھر کر سامنے آتا ہے:

عشق! تم نے مجھے وصلت کا جنوں دان کیا

کھل گئے ہیں ترے سربستہ کرشمات کے رنگ (13)
مجھ پہ اب سایہ فگن رہتے ہیں بادل کی طرح
عشق مرشد! تری پائندہ کرامات کے رنگ (14)

یہ عقیدہ کہ دنیا میں نیکی ، برائی پر غالب آ جائے گی ، مشکلات اور مصائب کا زمانہ جلد گزر جائے گا ، آسائشوں اور آسانیوں کا دور آنے میں دیر نہیں لگے گی ، جنگیں معطل ہو جائیں گی اور امن قائم ہو جائے گا ، کم قسمتی اور ہجر و فراق کی شبِ تاریک ڈھل جائے گی اور بختِ بیدار کی صبح صادق روزِ وصال کی نعمتوں سے ضرور سرفراز کرے گی، رجائیت کہلاتا ہے۔شاعری میں رجائیت کے حوالے سے پروفیسر انور جمال لکھتے ہیں:

"شاعری میں خاص طور پر ایسے موضوعات اختیار کرنا جن سے عزم، ولولہ، حوصلہ اور امید کے جذبات پیدا ہوں 'رجائیت' ہے"۔(15)

حسنین ساحر کی شاعری کو اس حوالے سے دیکھا جائے توان کے اشعار رجائیت کی روشنی سے منور ، امیدِ یقین اور کامیابی کی کرنیں لیے ایک درخشاں مستقبل کی خبر دیتے ہیں۔حسنین ساحر کے نزدیک محنت کے بل بوتے پر انسان ہر ناممکن کو ممکن میں تبدیل کر سکتا ہے۔ان کی شاعری کبھی مایوسی کا درس نہیں دیتی۔ان کی شاعری کے اندر بے پناہ فعال رجائیت پائی جاتی ہے جو درماندۂ خزاں کے لیے نویدِ نو بہار ہے "(16)۔حسنین ساحر کی شاعری عمل ، جستجو ، کوشش ، ذوق و شوق، سفر اور امید کے اشارات اور علامات سے مختص ہے اور وہ ہر لمحے زندگی میں آگے بڑھنے، مشکلات کا مقابلہ کرنے، استقلال اختیار کرنے اور سفر کی مشکل کو سامانِ سفر کرتے نظر آتے ہیں:

خاموشی کی چُنری اوڑھے بیٹھی جھیل کنارے
گوری چُپ میں پہروں بیتے، کرتے ہیں کچھ بات (17)
چاہے حالات ہوں خزاں جیسے
گلشنِ دل مگر ہرا رکھنا (18)
گرا دو سب فصیلیں نفرتوں کی
صلیبیں کاٹ دو سب فاصلوں کی (19)
زندگی کر نہیں سکو گے تم
جب تلک حوصلہ نہیں کرتے (20)

ابوالاعجاز حفیظ صدیقی لکھتے ہیں:

"جہاں تک شعرو ادب کا تعلق ہے اشیاء اور واقعات کا تاریک پہلو دیکھنا ، زندگی کو ناقابلِ زیست قرار دینا اور مستقبل کے بارے میں یاس و نومیدی کا شکار ہونا قنوطیت کہلاتا ہے۔ فلسفے کی دنیا میں قنوطیت کا سب سے بڑا مبلغ شوپن ہار ہے اور اس کے نزدیک زندگی شر ہے اور شکست انسان کا مقدر ہے۔"(21)

بلاشبہ، حسنین ساحر کی غزل میں رجائیت کے عناصر موجود ہیں۔لیکن رجائیت کے ساتھ ساتھ درد، نااُمیدی اور شکستہ خیالات بھی ان کی غزل میں بکثرت موجود ہیں۔ان کی غزل غمِ دوراں اور غمِ جاناں کا بھرپور اظہاریہ ہے:

میری آنکھوں میں جھانک کر دیکھے جس نے بجھتا دِیا نہیں دیکھا (22)
محفلوں میں تلاشتے ہو تم گھر کے اندر پڑا ہوا ہوں میں (23)
مقدر میں لکھی ہیں تاریکیاں ہواؤں نے میرا دِیا چِن لیا (24)

جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ شاعر کی نجی زندگی تو آسودہ ہے لیکن مایوسی اور نا اُمیدی کا اظہار اس کی شاعری میں موجود ہے ؛ اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ بظاہر خوش حال نظر آنے والے انسان بھی کسی قدر مجبور اور اداس ہوتے ہیں۔ایسی شاعری کو اس وقت سمجھنا آسان ہوجاتا ہے جب ہم اس انداز سے دیکھتے ہیں کہ یہ شاعری صرف ایک شاعر کی داخلی دنیا کی ترجمانی نہیں کر رہی بلکہ یہ تمام انسانوں کی کہانی ہے جو اندر سے ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو چکے ہیں اور بظاہر مجلسی تبسم چہرے پر سجائے پھرتے ہیں۔لیکن یہ تبسم ان کی روح کی رُوداد سنانے سے قاصر ہے۔حسنین ساحر کسی ایسے جہان کی تلاش میں ہیں جہاں غم کی تاریک راتیں نہ ہوں، آرام اور سکون ہو لیکن یہ سب اس فانی دنیا میں ممکن نہیں، کیوں کہ دنیا مختلف آزمائشوں کا گھر ہے اور آخری دم تک ان آزمائشوں کا سامنا کرنا انسان کا مقدر ہے:

مصیبت ہے، صعوبت ہے، بلا ہے
ہماری زندگی ہے یا سزا ہے (25)

پہلے میں اپنوں کے ناز اٹھاتا تھا
اب میں اپنے جسم کا ملبہ ڈھوتا ہوں (26)

کچھ بھی کر لوں بے قراری کم نہیں ہونے کی اب
وصلتوں پر ہجر کی پہنائیوں کا بوجھ ہے (27)

ساحلوں پہ جانا ہے اور ہوا مخالف ہے
آج پھر مصیبت میں بادبان ہے شاید (28)

آرزوؤں کی عدم تکمیل کا نام غم ہے۔آرزو جبلت کا فطری تقاضا ہے اور جبلت زندگی کی دلیل ہے۔گویا آرزو نام ہے زندگی کا اور آرزو کی تشنگی اگر ذات تک محدود ہے تو غمِ جاناں اور اگر اس کی وسعت کائنات تک ہو تو غمِ دوراں کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔اردو شاعری کی فضا پر شروع ہی سے عشق و محبت کے مراسم سے متعلق مضامین چھائے ہوئے تھے۔مولانا حالی وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے ”مقدمہ شعروشاعری “ لکھ کر شاعری کو مقصدیت ، افادیت اور اجتماعیت کی طرف موڑ دیا۔بے شک یہ تحریک علی گڑھ کی ترجمانی تھی اور اس نے ادب برائے ادب کی

تردید کرتے ہوئے ادب برائے زندگی کا تصور پیش کیا۔لیکن اس سے ادب کی جمالیاتی و تخیلاتی کہکشاں کے رنگ ماند پڑ گئے اور پھر رومانوی تحریک نے اپنے پر نکالے جس نے ادب برائے ادب کا نعرہ لگایا۔

بہرحال، اُردو شاعری کا دامن شروع سے ہی کسی نہ کسی صورت میں غم کے مضامین سے بھرا رہا ہے۔اس کی وجہ ہندوستان کے سیاسی ، معاشی اور معاشرتی حالات رہے ہیں۔بے شک دہلی کے المیہ لہجے کی متوازی، لکھنو کا نشاطیہ لہجہ بھی موجود ہے لیکن جب شاعری کا مجموعی جائزہ لیں تو اس کی فضا افسردہ و سوگوار ہی نظر آتی ہے۔مولانا حالی کی اصلاحی کوششوں کے بعد غمِ عشق کے مقابل غمِ روزگار کی اصطلاح بھی منظر عام پر آئی۔ابوالاعجاز حفیظ صدیقی کے مطابق یہ دونوں اصطلاحات غالبؔ کے اس شعر سے اخذ کی گئی ہیں :

غم اگرچہ جاں گسل ہے پہ کہاں بچیں کہ دِل
غم عشق اگر نہ ہوتا، غمِ روزگار ہوتا (29)

میرؔ و غالبؔ سے لے کر فیضؔ تک شاعری ، غم ہائے دل خراش کی داستان ہے اور بعض مفکرین شعرانے تو اس پر فلسفیانہ نظر بھی ڈالی ہے اور غم کو زندگی کے ارتقا اور مقصدِ حیات سے آشنا ہونے کے لے ناگزیر قرار دیا ہے۔علامہ اقبال فرماتے ہیں :

غم جوانی کو جگا دیتا ہے لطفِ خواب سے
ساز یہ بیدار ہوتا ہے اسی مضراب سے (30)

اور غالبؔ جیسے نظری صوفی نے تو نغمہ ہائے غم کو بھی غنیمت جانا ہے :

نغمہ ہائے غم کو بھی اے دل غنیمت جانیے
بے صدا ہو جائے گا یہ سازِ ہستی ایک دن (31)

حسنین ساحر بھی کچھ ایسے ہی خیالات رکھتے ہیں:

بہت آباد ہے یہ دل غمِ جاناں کی برکت سے
یہ بارش ہے، جو یادوں کی یہیں شام و سحر برسی (32)

حسنین ساحر کے مجموعۂ غزل "فصیلِ جاں " میں متعدد ایسے اشعار ہیں جن میں دُکھ اور غم کی داستان بیان کی گئی ہے۔ان کے ہاں غم کی مختلف کیفیات پائی جاتی ہیں۔چند اشعار ملاحظہ کیجیے:

بے سبب ہم نے بھی جھیلے تھے کسی کی خاطر
آج بھولی ہوئی چاہت کے وہ غم یاد آئے (33)

یہاں تو ہر قدم پر سامنا ہو گا نئے غم کا
مگر جذبات میں ساحر پگھل جانا مصیبت ہے (34)

حسنین ساحر کی غزل احساس و شعور کی دولت سے مالا مال ہے۔وہ گرد و پیش میں آنے والے مسائل کے خلاف ایک توانا آواز ہیں۔وہ معاشرے میں ہونے والی ناانصافیوں اور منفی رویوں کو نہ صرف محسوس کرتے ہیں بلکہ اپنی شاعری کی بدولت ان منفی "رویوں کو شدید تنقید کا نشانہ بناتے ہیں جن کی وجہ سے ہماری معاشرتی اقدار تباہ ہو رہی ہیں۔حسنین ساحر کی شاعری ان کے دل کی آواز ہے۔انھوں نے جو محسوس کیا اسے الفاظ کا روپ دے کر شاعری کی صورت میں ڈھالا ہے" [35] ان کی شاعری سے اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ وہ انسانی رویوں میں بے حسی سے سخت نالاں ہیں۔بے حسی کی وَبا نے آدمی سے اس کی انسانیت چھین لی ہے۔وہ اس وبا کی وجہ سے انسانیت کے تمام اسباق بھول چکا ہے۔اسے اپنے مفاد کے سوا اور کچھ نظر نہیں آتا۔اِسے کسی کے دکھ درد سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔کسی کے دکھ درد کو دور کرنا تو درکنار وہ تو کسی کے درد کو محسوس تک نہیں کرتا۔اس خیالات کو انھوں نے اشعار کی صورت میں یوں بیان کیا ہے :

چہرے پر میں کاغذ پہنے پھرتا ہوں
زندہ ہوں پر بے حس ہو کر جیتا ہوں
کس نے کتنا درد سہا ہے رب جانے
میں تو بس اخبار میں خبریں پڑھتا ہوں (36)

جب بے حسی عام ہو جائے تو منافقت بھی عام ہو جاتی ہے۔حسنین ساحر اس حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ بے حسی کے اس دور میں انسان روپ بدلتا ہے اور ہر چہرے کے پیچھے ایک اور چہرہ چھپا ہوتا ہے۔یعنی ظاہر اور باطن میں فرق ہے۔لوگ جیسے باہر سے نظر آتے ہیں اندر سے ویسے نہیں ہوتے بلکہ ہر شخص نے اپنے اوپر منافقت کا خول چڑھا لیا ہے جس میں اصل چہرے کو پہچاننا مشکل ہو گیا ہے۔ہر شخص منافقت کی راہ اختیار کیے ہوئے ہے۔شعر ملاحظہ کیجیے:

کیسے کیسے روپ ہیں انسان کے چہرے کے پیچھے نیا چہرہ ملا (37)

حسنین ساحر کی غزل عصری حسیت کی عکاس ہے۔کچھ عرصہ قبل تھر کے علاقے میں خوراک کی قلت کی وجہ سے سیکڑوں بچے لقمۂ اجل بن گئے۔خوراک کی قلت کی وجہ سے کئی بچے اپنی زندگی کی بازی ہار جاتے ہیں۔بھوک اور صحت کی بنیادی سہولیات کی عدم دستیابی کی وجہ سے کچھ تو دنیا سے چل بستے ہیں اور جو بچ جاتے ہیں وہ کمزور و لاچار ، طرح طرح کی بیماریوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔حسنین ساحر ایسے ہی حالات کی منظر کشی کرتے ہیں:

بھوک اب ناچتی پھرتی ہے اجل کی صورت
تھر کے صحرا میں خدایا یہ قیامت کیا ہے؟ (38)

جس عہد میں بے حسی کی وبا عام ہو جائے تو وہاں انصاف نہیں ہوتا۔امیر اور غریب کے لیے قانون یکساں نہیں ہے۔مراعات یافتہ یا امیر تو اپنی دولت اور تعلقات کے بل بوتے پر اپنے گناہ اور تمام تر برائیوں کو چھپا لیتے ہیں، لیکن غریب بے چارہ اپنی غربت کی وجہ سے پس جاتا ہے لاقانونیت اور ناانصافی نے عام انسان کا جینا دوبھر کر رکھا ہے :

احتساب میں اہلِ زَر ہی بچ بچ نکلتے ہیں
اس قبیح سیاست نے نیک نامی دَھر لی ہے (39)
منصف بھی آ بیٹھا ہے نیلامی میں
وہ انصاف کی اَرزانی سے ڈرتا ہے (40)

تہذیب و تمدن کو تباہ کرنے میں بڑا کردار جھوٹ کا ہے۔انسان اتنا بے حس ہو چکا ہے کہ وہ اپنا مطلب پورا کرنے کے لیے جھوٹ بولنے سے نہیں کتراتا ، چاہے اس جھوٹ سے کسی کا نقصان ہی کیوں نہ ہو جائے۔وہ اپنے تھوڑے سے مفاد کی خاطر دوسروں کا بڑے سے بڑا نقصان کرنے سے نہیں گھبراتا۔وہ اپنے مفاد کی خاطر دوسروں کی جان تک لینے کو تیار ہو جاتا ہے۔اپنے کیے پر اسے ذرا سا بھی ملال نہیں ہوتا۔حسنین ساحر جیسا حساس شاعر کہاں اس رویے کو برداشت کر سکتا ہے۔انھیں ہر روپ میں انسان جھوٹ کا سہارا لیتا ہوا محسوس ہوتا ہے،کیوں کہ معاشرے میں بدقسمتی سے ہر شخص اس بری خصلت کا شکار ہے :

اور دنیا کا ہو گا جس نے کبھی جھوٹ کا راستہ نہیں دیکھا (41)

حسنین ساحر اپنی پرانی روایات کو دیکھنے کے خواہاں ہیں۔ان کی آرزو ہے کہ ایک دوسرے کے ساتھ خلوص و محبت سے رہیں اور ایک دوسرے کے دُکھ درد میں شریک ہوں لیکن ان کی آرزو وقت کے ساتھ ساتھ دم توڑتی جاتی ہے۔کیوں کہ اس دور میں خصوصاً شہروں میں زندگی ایک مشین کی مانند ہو گئی ہے۔شہر کے لوگ اپنے کاموں میں اس قدر مشغول ہو گئے ہیں کہ کسی کو ایک دوسرے کی خبر نہیں ہوتی:

گھر فقط رہ گئے رات بسر کرنے کو
اب چلن شہروں کا تبدیل ہوا جاتا ہے (42)
چاہتے تھے روشنی ، سو جل رہے ہیں شہر سب
سوگ ہے کس بات کا ، اب لوگ ہیں نم دیدہ کیوں؟ (43)

میر کارواں قافلے کا ضامن ہوتا ہے، لیکن جب اس کی نیت میں فتور آ جائے تو قافلے پار نہیں لگتے بلکہ وہ سب کو اپنے مفاد کے لیے استعمال کرتا ہے۔وہ سب کی گردنوں کو پھلانگ کر خود پار لگ جاتا ہے لیکن دوسروں کو پار نہیں لگاتا۔ہمارے معاشرے میں ایسے سچے رہنماؤں کی کمی ہے جن میں خود قربانی کا جذبہ ہو، جن میں سچی لگن ہو اور

وہ اپنے لوگوں سے مخلص ہوں۔اس کے برعکس نااہل لوگوں کو مسلط کر دیا جاتا ہے جن کا مقصد سوائے اقتدار حاصل کرنے کے کچھ نہیں ہوتا۔حسنین ساحر اس حوالے سے کہتے ہیں :

میں نہ کہتا تھا کہ وہ قابل نہیں ہے تخت کے
میں ہوں پاگل ، شہر کے کن جاہلوں سے لڑ پڑا (44)

حسنین ساحر کی عصری و سماجی حسیت کے سیاق میں بابر علی بابر لکھتے ہیں:

"حسنین ساحر کی شاعری میں انسانیت سے محبت کا درس ملتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ وہ معاشرتی بے اعتدالی پر بے حسی کا مظاہرہ نہیں کرتے بلکہ اس کے خلاف اپنے قلم سے جہاد کرتے ہیں۔وہ مفاد پرستی ، جھوٹ، بے حسی ، مکرو فریب سے سخت نالاں ہیں لیکن قاری کو وہ ناامید نہیں کرتے۔قاری کے دل میں امید کی کرن پیدا کرتے ہیں کہ اُس کے حالات کو بھی بدلا جا سکتا ہے اور اس معاشرتی بے حسی کو ختم کیا جا سکتا ہے۔ان کی شاعری سے قاری نہ صرف گردو پیش کے مسائل پر غور کرتا ہے بلکہ اس کے دل میں ان مسائل کو ختم کرنے کا جذبہ بھی پیدا ہوتا ہے"۔(45)

حسنین ساحر انسانیت کے حامی اور انسانی طبقات کے مخالف ہیں۔انسانیت سوزی پر ان کا دل اُداس ہو جاتا ہے اوروہ چھوٹے چھوٹے واقعات سے متاثر نظر آتے ہیں کیوں کہ بظاہر چھوٹے واقعات بھی ان کی نظر میں غیر اہم نہیں ہیں:

آج پھر انسانیت کا خون ہوا ہے شہر میں
آج پھر میں چیختے ان منظروں سے لڑ پڑا (46)
عصمتوں اور رداؤں سے یوں کھلواڑ ہوا
میری بستی سے خداؤں نے بھی ہجرت کر لی (47)

حسنین ساحر انسانیت سوزی پر خاموش رہنے والے اہلِ دانش سے بھی شکوہ کناں ہیں۔وہ چاہتے ہیں کہ ظلم کے خلاف پورا معاشرہ آواز اٹھائے کیوں کہ ظلم کے خلاف آواز نہ اٹھانا ظلم کی حمایت کے مترادف ہے۔وہ سمجھتے ہیں کہ مصلحتوں کے شکار اہلِ دانش کا آواز بلند کرنا ضروری ہے:

تماشائے اذیت دیکھتا ہوں
مِرا احساس مرتا جا رہا ہے (48)
چڑھتے سورج کے جب ہم پجاری ہوئے
عشق آباد پر بجلیاں گر پڑیں (49)

زمانے کی بے اعتنائی اور ناگفتہ بہ حالات کی عکاسی، کھوکھلے نعروں اور انسانی مجبوریوں پر شوروغوغا کرتے "میاں فصیحت" کی بے عملیوں کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے مدعا بیان کرتے ہیں کہ شاید اس سے آگہی و حقیقت حاصل کر کے کسی کو حق نصیب ہو۔ان کی ایک غزل کے دو اشعار ملاحظہ ہوں:

انہیں تو آتی ہیں کرنی مذمتیں وہ کریں
عمل ملے نہ ملے کچھ نیا بیان ملے
میں اس امید پر خامہ سرا ہوا ساحر
کے بے زبان کو شاید کوئی زبان ملے (50)

تنہائی اور اُداسی ایک ایسی کیفیت کا نام ہے جس میں انسان کو افسردگی اکیلاپن اور بے زاری کی کیفیت سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔اداسی اور تنہائی عجیب سی کیفیت پیدا کر دیتی ہیں جس سے انسان بوریت محسوس کرتا ہے۔کسی کی طرف اس کا دھیان نہیں ہوتا۔وہ بس اپنی سوچوں میں مگن رہتا ہے۔"فصیلِ جاں "کی غزلوں میں حسنین ساحر نے تنہائی اور اُداسی کا اظہار بڑے اثر انگیز پیرائے میں کیا ہے:

سوچ کے صحراؤں میں رہتی ہے رقصاں رات بھر
جب بھی چلاتی ہے تنہائی تو ڈر جاتی ہے یاد (51)
کسی کی سوچوں میں کھو کے یوں محوِ یاس رہنا نہیں مناسب
کہ سُرمئی شام میں یوں تنہا اُداس رہنا نہیں مناسب (52)

دنیا ایک آزمائش گاہ ہے اور ہر وقت تغیر پذیر ہے۔اس دنیا کا کوئی حال بھی بھروسے کے لائق نہیں اور کسی بھی صورت و کیفیت کو ابدیت و دوام یا سکون و قرار حاصل نہیں ہے۔یہاں ارادے ٹوٹ جاتے ہیں، امیدوں کے نخل بے برگ و بار رہتے ہیں ، خواہشیں دم توڑ دیتی ہیں۔صبح کے سویرے کو تھوڑی دیر میں دوپہر کی تمازت کھا جاتی ہے اور آفتاب کا شباب کچھ ہی وقت میں زوال کا شکار ہو جاتا ہے۔ظہر کی سفیدی کو عصر کی زردی نگل لیتی ہے اور پھر تاریک رات صفحۂ ہستی سے زندگی کی ریل پیل کو سمیٹ کر خوابِ غفلت کا سحر مسلط کر دیتی ہے۔ اس دنیا اور دنیا کے باسیوں کے احوال بڑے عجیب ہیں۔یہ جھلک دِکھاکر منہ موڑ لینے والے، امانتوں میں خیانت کرنے والے، منہ زور اور اڑیل ، صراطِ مستقیم سے انحراف کرنے والے، دوستی کے نام پر دھوکا دینے والے ، حالات کے پجاری اور اصولوں کی طرف سے پشت پھیرنے والے، وفاداریوں کو بیچنے والے مفاد پرست اور زندگی کی بساط پر اپنے حق میں تاش بدل لینے والے جواری ہیں۔شاعر چوں کہ بہت حساس ہوتا ہے وہ اپنے تجربات اور مشاہدات کو شعر و قافیہ کے رنگ میں ڈھال کر بعد میں آنے والوں کے لیے اسباق مواعظت و درسِ نصیحت کے طور پر چھوڑ جاتے ہیں۔اُردو غزل میں بھی دنیا اور اہلِ دنیا سے بیزاری اور شکوہ سنجی کی روایت ہمیشہ سے چلی آ رہی ہے۔یہی روایت حسنین ساحر کے ہاں بھی مشاہدہ

کی جاسکتی ہے۔انھوں نے اپنے تجربات و مشاہدات کو فن کی شیرینی میں گوندھ کر قارئین کے لیے ایک ادبی سرمایا تخلیق کیا ہے۔اشعار ملاحظہ فرمایئے :

کون جسے ہم راز کروں میں، دل کی کسے سناؤں؟
جس کے پاس میں جاؤں وہ اپنا ہی درد سنائے (53)

کیا بتاؤں اپنے یاروں، اپنے پیاروں کی وفا
مشکلوں میں طنز کے خنجر چبھوتے رہ گئے (54)

حسنین ساحر کی غزل روایت اور جدت کا حسین امتزاج ہے۔ان کی غزل میں موضوعاتی تنوع قابلِ مشاہدہ ہے۔ان کی غزل غنائیت و موسیقیت سے لبریز ہے۔سادہ گوئی اور سلاست حسنین ساحر کی غزل کا بنیادی وصف ہے۔اخلاص اور جامعیت کے ساتھ ساتھ ان کا کلام تغزل سے بھرپور ہے۔ان کی غزلوں میں نزاکت، لطافت ، نفاست اور دردمندانہ کیفیات جگہ جگہ نظر آتی ہیں۔عصری اور سماجی شعور کی عکاسی، ان کی غزل کا وصفِ خاص ہے۔

حوالہ جات

1. مقصود جعفری،ڈاکٹر،پروفیسر ،شاعری ساحری نہیں آگہی ہے، مشمولہ:ساحرِ شہرِ خوباں، مرتبہ ڈاکٹر شکیل کاسیروی(اسلام آباد: بزمِ تخلیق و تحقیق،2022ء)،7۔
2. حسنین ساحر،فصیلِ جاں (اسلام آباد: بزمِ تخلیق و تحقیق، 2018ء)،:13۔
3. حسنین ساحر،فصیلِ جاں ،18۔
4. ایضاً،75۔
5. ایضاً،14۔
6. ایضاً ،122۔
7. سید قاسم محمود(مرتب):اسلامی انسائیکلو پیڈیا (لاہور : مکتبہ شاہکار، 2002ء)، 167۔
8. حسنین ساحر،فصیلِ جاں ،27۔
9. ایضاً ، 28۔
10. ایضاً ،90۔
11. ایضاً ،149۔
12. ایضاً ،52۔

13. ایضاً ، 64۔
14. ایضاً ،65۔
15. انور جمال، پروفیسر، ادبی اصطلاحات (اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، 2014ء)، 106۔
16. واقد، محمد وقار، حسنین ساحر کی غزل گوئی(لاہور: ساربان پبلی کیشن، 2021ء)،50۔
17. حسنین ساحر، فصیلِ جاں،142۔
18. ایضاً ، 128۔
19. ایضاً ،117۔
20. ایضاً ،150۔
21. حفیظ صدیقی، ابوالاعجاز(مرتب)، کشاف تنقیدی اصطلاحات (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، 1985ء)،154۔
22. حسنین ساحر، فصیلِ جاں ،68۔
23. ایضاً ،33۔
24. ایضاً ،17۔
25. ایضاً ،73۔
26. ایضاً ،38۔
27. ایضاً ، 80۔
28. ایضاً ،24۔
29. حفیظ صدیقی، ابو الاعجاز، کشاف تنقیدی اصطلاحات،131۔
30. محمد اقبال، علامہ، ڈاکٹر، کلیاتِ اقبال (لاہور: عبداللہ اکیڈمی، 2009ء)، 223۔
31. غالب، مرزا اسد اللہ خاں، دیوانِ غالب (لاہور: مکتبہ جمال ، 1904ء)، 302۔
32. حسنین ساحر، فصیلِ جاں،85۔
33. ایضاً ،77۔
34. ایضاً ، 82۔
35. اورنگزیب خان، مضمون: حسنین ساحر کی شاعری میں تلخیٔ دوراں،22۔
36. حسنین ساحر، فصیلِ جاں ،37۔
37. ایضاً ، 87۔
38. ایضاً ،62۔

39. ایضاً ص:154
40. ایضاً ،ص:151
41. ایضاً ،ص:28
42. ایضاً ،ص:29
43. ایضاً ،ص:30
44. ایضاً ،ص:49
45. بابر علی بابر، مضمون: حسنین ساحر کی فصیلِ جاں، مشمولہ: روزنامہ اودھ نامہ (لکھنؤ، بھارت، 3 دسمبر2019ء)،7۔
46. حسنین ساحر،فصیلِ جاں،40۔
47. ایضاً ، 48۔
48. ایضاً،58۔
49. ایضاً،49۔
50. ایضاً،21۔
51. ایضاً،94۔
52. ایضاً ، 100۔
53. ایضاً،143۔
54. ایضاً ، 134۔

References in Roman Script

1. Maqsood Jaafri, Dr. Pro. Shairi Sahiri nahi Aagahi hy (Mazmoon0, Mashmoola: Sahir Shehr-i-Khooban (Murataba: Dr. Shakeel Kasirwi), (Islamabad: Bazm-e-Takhleek-o-Tahqeeq, 2022), 7.
2. Hasnain Sahir, Faseel-e-Jaan, (Islamabad: Bazm-e-Takhleek-o-Tahqeeq, 2018) 13.
3. Hasnain Sahir, Faseel-e-Jaan, 18.
4. Ibid, 75.
5. Ibid, 14.
6. Ibid, 122.

7. Qasim Mehmood, Syed, (Murtab), Islami Encyclopedia (Lahore: Maktba Shahkar, 2002), 167.
8. Hasnain Sahir, Faseel-e-Jaan, 27.
9. Ibid, 28.
10. Ibid, 90.
11. Ibid, 149.
12. Ibid, 52.
13. Ibid, 64.
14. Ibid, 65.
15. Anwar Jamal, Pro. Adbi Istlahat (Islamabad: National Book Foundation, 2014), 106.
16. Muhammad Waqar, Hasnain Sahir ki Ghazal Goi (Lahore: Sarban Publication, 2021), 50.
17. Hasnain Sahir, Faseel-e-Jaan , 142.
18. Ibid, 128.
19. Ibid, 117.
20. Ibid, 150.
21. Hafeez Sadiqi, Abu-al-Ijaz, Kashaf-e-Tanqeedi Istlahat (Islamabad: Muqtadra Qaumi Zaban, 1985), 154.
22. Hasnain Sahir, Faseel-e-Jaan, 68.
23. Ibid, 33.
24. Ibid, 17.
25. Ibid, 73.
26. Ibid, 38.
27. Ibid, 80.
28. Ibid, 24.
29. Hafeez Sadiqi, Abu-al-Ijaz, Kashaf-e-Tanqeedi Istlahat, 131.
30. Muhammad Iqbal, Allama, Dr. Kulyat-e-Iqbal (Lahore: Abdullah Academy, 2009), 223.
31. Ghalib, Mirza Asadullah Khan, Dewan-e-Ghalib (Lahore: Maktb-e-Jamal, 1904), 302.
32. Hasnain Sahir, Faseel-e-Jaan, 85
33. Ibid, p. 77
34. Ibid, p. 82
35. Aurang Zeb Khan, Hasnain Sahir ki Shairi main Talkhi-e-Daoran, Masmoola: Sahir Shehr-e-Khooban, 22.
36. Hasnain Sahir, Faseel-e-Jaan, 37.

37. Ibid, 87.
38. Ibid, 62.
39. Ibid, 154.
40. Ibid, 151.
41. Ibid, 28.
42. Ibid, 29.
43. Ibid, 30.
44. Ibid, 49.
45. Babar Ali Babar, Hasnain Sahir ki Faseel-e-Jaan (Mazmoon), Mashmoola: Roznama Awadh Nama (Lakhnaow, India, 3 Dec. 1919)
46. Hasnain Sahir, Faseel-e-Jaan , 40.
47. Ibid, 48.
48. Ibid, 58.
49. Ibid, 49.
50. Ibid, 21.
51. Ibid, 94.
52. Ibid, 100.
53. Ibid, 143.
54. Ibid, 134.